وفیات

(مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی)

افسوس ہے کہ پاکستان کے نامور عالم اور شیریں بیان خطیب و مقرر مولانا احتشام الحق تھانوی اجلاس صد سالہ کے تین دن بعد دیوبند پہونچے اور وہاں سے مدراس گئے. جہاں وہ اس سے پہلے بھی کئی بار آچکے تھے وہاں سے بمبئی کا ارادہ تھا کہ وانمباڑی میں اچانک دل کا دورہ پڑا اور جاں بحق ہو گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، جنازہ کراچی پہونچایا گیا اور وہیں تدفین ہوئی مرحوم کا اصل وطن تھانہ بھون تھا ایک دور کے رشتہ سے حضرت مولانا تھانوی کے بھانجہ بھی تھے والد اٹاوہ میں ملازم تھے مرحوم کی پیدائش ۱۳۳۳ھ میں وہیں ہوئی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں پائی یہاں سے فراغت کے بعد اپنے برادر بزرگ مولوی عزیز الحق صاحب جو گورنمنٹ آف انڈیا کے کسی محکمہ میں افسر اعلیٰ تھے اور نئی دہلی میں خواجہ میر درد روڈ پر رہتے تھے ان کے پاس چلے آئے، اور اسی علاقہ کی ایک مسجد میں خطیب مقرر ہو گئے۔ روزانہ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے اور جمعہ کے دن وعظ کہتے تھے، آدمی تھے خوش الحان اور شیریں بیان. اس لئے مقبولیت بڑھنے لگی. ملازمت کے ساتھ انہوں نے مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری کی مولوی فاضل کلاس میں داخلہ لے لیا. میں اس کلاس کا سینیر استاذ تھا اس بنا پر مرحوم میرے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے، کلاس میں پابندی سے

آتے اور درس ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے، اور کبھی کبھی سوال بھی کرتے تھے۔ مولوی عزیز الحق صاحب سے تعلق پہلے سے تھا ہی، اب مرحوم سے بھی قریبی تعلق پیدا ہو گیا۔ ان کی مسجد میں سیرت مقدسہ کا یا کوئی اور جلسہ ہوتا تو تقریر کے لئے مجھے بالالتزام بلاتے تھے۔

تقسیم کے وقت اپنے خاندان کے ساتھ ترک وطن کر کے کراچی میں جا بسے۔ یہاں بہت کچھ چمکے اور بڑا نام پیدا کیا، ریڈیو پر ایک عرصہ تک روزانہ قرآن مجید کا درس دیتے رہے، قرآن مجید اور مثنوی مولانا روم بڑی خوش الحانی سے پڑھتے اور اس لئے عوام و خواص میں بڑے مقبول تھے بیرونی ممالک جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے وہاں بھی بلائے جاتے تھے اور لوگ ان کے وعظ میں بڑے شوق اور دلچسپی سے شریک ہوتے تھے، تصنیف و تالیف سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے کوئی علمی یادگار نہ چھوڑی، بعض وجوہ سے پاکستان کے لوگوں اور خصوصاً دیوبندی مسلک کے علماء میں مرحوم کی شخصیت ہمیشہ مختلف فیہ رہی۔ بہر حال بڑے شگفتہ طبع اور خوش مزاج عالم تھے تقریر کی طرح گفتگو بھی بڑی دلچسپ اور پر لطف ہوتی تھی، مجھ سے جو ربط خاص اور تعلق خاطر شروع میں تھا وہ اخیر تک قائم رہا۔ ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ میں کراچی گیا تو مولانا بڑی محبت اور تپاک سے ملے، اور ایک نہایت شاندار اور پر تکلف استقبالیہ دیا جس کا انتظام ایک انگریزی ہوٹل نے کیا۔ اور کم و بیش ڈھائی سو افراد جن میں، علماء، تجار، صنعت کار، سیاسی لیڈر، سرکاری افسر، اور وکلاء، و ڈاکٹر غرض کہ ہر طبقہ اور ہر گروہ کے حضرات شامل تھے۔ اس استقبالیہ میں موجود تھے اس موقع پر مولانا نے جو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا: کراچی والے جانتے ہیں کہ یہاں بڑے سے بڑے لوگ آتے ہیں مگر میں نے کسی کو استقبالیہ نہیں دیا۔ آج یہ پہلا استقبالیہ ایک ایسے شخص کو دے رہا ہوں جس کے سامنے میں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے اور جو جنیں ودچناں بھی ہے۔ مولانا نے جس محبت اور خلوص سے یہ الفاظ فرمائے تھے کام و دہن اس کی حلاوت سے آج تک آشنا ہیں

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ (ایڈیٹر)